# قومی خزانے کو نقصان پہنچانا قومی جرم ہے

مفتی رفیق احمد بالاکوٹی

## قومی ملکیت اور اس کے ابتدائی ذرائع آمدن

قومی ملکیت، قومی خزانہ، سرکاری خزانہ اور سرکاری املاک، ایسے الفاظ ہیں جو زبان زد خاص وعام ہیں، عوام وخواص ان الفاظ کے معانی سے زیادہ ان کے مفہوم، مصداق اور مدلول کو جانتے ہیں۔

اسلامی تاریخ کی رو سے اسلامی سلطنت اور قومی ملکیت کا تصور ہم عمر ہیں، حضور اکرم ﷺ نے جب اسلامی احکام کی بالادستی پر مشتمل اجتماعی نظم وضبط کا عملی نمونہ پیش فرمایا تو اس وقت اجتماعی نظم کے قیام کے لیے وسائل واسباب کی ضرورت درپیش ہوئی، اس کے لیے مختلف ذرائع زیرِعمل آتے رہے، اس حوالے سے سب سے بڑا ذریعہ آمدن پہلی مرتبہ جو متعارف ہوا، وہ سن ۲ رہجری میں بدر کے معرکہ کے نتیجے میں حاصل ہونے والے غنائم تھے، اس سے قبل مسلمانوں کو اتنا بڑا مالی ذخیرہ ہاتھ نہیں لگا تھا، اب اس مال کی بحفاظت منتقلی، مناسب تقسیم اور دیگر احکام کی تفصیلات اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کی زبانی بیان فرمائی:

''وَاعْلَمُوْا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَأَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ إِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰہِ وَمَا أَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ، وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔'' (التوبۃ:۴۱)

یہ سلسلہ بعد میں بھی قائم رہا اور مختلف ذرائع سے غنائم حاصل ہوتے رہے، پھر اسلامی حکومت کی مصالحانہ پیش قدمی اور وسعت کے نتیجہ میں خراج، عشر اور زکوٰۃ وغیرہ بھی مسلمانوں کے اجتماعی مال کے طور پر یکجا ہونا شروع ہوگئے تو آپ ﷺ نے اس اجتماعی مال کی وصولی سے لے کر مقررہ مصارف میں استعمال کرنے تک کے احکام پوری تفصیل وتاکید کے ساتھ بیان فرمائے، یہ سلسلہ جب خوب مستحکم ومستقل ہوا تو اُسے ''بیت المال'' کے نام سے مستقل شعبے کا درجہ دیا گیا، چنانچہ قرن اول سے ہی اجتماعی املاک کے جمع وحفاظت کے شعبہ کو ''بیت المال'' یا ''اموال الناس'' کہا جاتا ہے۔

## قومی ملکیت، بیت المال کی شرعی حیثیت

بیت المال کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس سلسلے میں آپ ﷺ کے ارشادات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ بیت المال کا خزانہ اور قومی وسرکاری خزانہ تمام رعایا کی ملکیت شمار ہوتا ہے، یہ کسی بھی فرد کی ذاتی ملکیت شمار نہیں ہوتا، اسی لیے کسی بھی فرد کے لیے خواہ وہ رعایا کا ادنیٰ فرد ہو یا حاکم وقت، جائز نہیں کہ وہ سرکاری خزانے میں آزادانہ اور مالکانہ تصرفات کا مجاز ہو، حتیٰ کہ خود حضور ﷺ کے لیے بحکم خداوندی غنائم کا پانچواں حصہ مقرر تھا، آپ علیہ السلام اس کے بارے میں بھی یہی ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ بھی تمہارے اوپر خرچ کرنے کے لیے ہوتا ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیئے گئے محدود اختیار کی طرف اشارہ بھی فرماتے ہیں، چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

’’**قام فينا رسول الله ﷺ ذات يوم فذكر الغلول فعظمهٗ وعظم أمرهٗ، ثم قال: لا ألفين أحدكم يجيئ يوم القيامة علٰى رقبته بعير لهٗ رغاء يقول: يارسول الله! أغثني فأقول: لا أملك لك شيئًا، قد أبلغتك۔**‘‘ (صحیح بخاری، ج:۲،ص:۳۴۹، ط: قدیمی)

حضور ﷺ نے سرکاری وقومی خزانے سے متعلق اپنے ذاتی صوابدیدی اختیارات کی نفی فرمائی تھی اور حکم شرعی کی پابندی وپاسداری کا سبق یوں دیا:

’’**عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ ما أعطيكم ولا أمنعكم ،أنا قاسم أضع حيث أمرت۔**‘‘ (مشکوٰۃ:۳۲۵)

’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’میں نہ تو تمہیں عطا کرتا ہوں اور نہ تمہیں محروم رکھتا ہوں، میں تو صرف بانٹنے والا ہوں کہ جس جگہ مجھے رکھنے کا حکم دیا گیا میں وہاں رکھ دیتا ہوں۔‘‘ (مظاہر حق)

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

’’**وليس لولاة الأموال أن يقسموه بحسب أهوائهم كما يقسم المالك ملكهٗ، فإنما هم أمناء ونواب ووكلاء ليسوا ملاكا، كما قال رسول الله ﷺ: إنما أنا قاسم۔**‘‘ (السیاسۃ الشرعیۃ فی اصلاح الراعی والرعیۃ،ص:۴۴، ط: دار عالم الفوائد)

’’مسلمانوں کے اموال کی حفاظت اور مصارف میں خرچ کی ذمہ داری پر مامور افراد کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ اپنی ملکیت کی مانند جیسے چاہیں تصرف کریں، وہ ان اموال کے محافظ، مسلمانوں کی جانب سے وکیل اور نگہبان ہیں، مالک نہیں، نبی کریم ﷺ نے بھی اپنے آپ کو قاسم (تقسیم کرنے والا) فرمایا تھا۔‘‘

اس سے معلوم ہوا کہ حاکم وقت، قومی خزانے اور اجتماعی ملکیت کا محض محافظ، نگران اور دیکھ بھال کا ذمہ دار ہوتا ہے، وہ سرکاری خزانے میں مالکانہ اختیارات وتصرفات کا ہرگز مجاز نہیں ہوتا۔ اگر امین

امانت میں خیانت کرے تو وہ مسلمان کہلانے کا حق دار نہیں رہتا، پھر سرکاری خزانے میں خیانت کا مرتکب حاکم تو حق حکمرانی کا جواز بھی کھو بیٹھتا ہے، حاکم ہو یا کوئی عام فرد جب سرکاری خزانے اور ملکیت میں ناجائز تصرف اور خورد برد کا ارتکاب کرے تو اس کا یہ عمل شرعی اصطلاح میں ''غلول'' اور یہ شخص ''غالّ'' کہلاتا ہے، غلول اور غال کے بارے میں شریعت کیا بتاتی ہے؟ اس بارے میں کچھ تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

## غلول (خیانت وغبن) کا حکم قرآن کریم کی روشنی میں

غلول کی سنگینی کا بیان خود قرآن کریم میں موجود ہے:

''وَمَاكَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَّغُلَّ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔'' (آل عمران:۱۶۱)

''اور نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ خیانت کرے، حالانکہ جو شخص خیانت کرے گا وہ شخص اپنی اس خیانت کی ہوئی چیز کو قیامت کے دن حاضر کرے گا۔'' (ترجمہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

مذکورہ آیت' آپ ﷺ سے متعلق بعض حضرات کی ایسی بدگمانی کے ازالے کے لیے اتری تھی، جس میں یہ تأثر مل رہا تھا کہ غنیمت یا بیت المال میں سے گم شدہ ایک چیز حضور ﷺ نے شاید اپنی صوابدید پر اپنے پاس رکھ لی ہو، اللہ تعالیٰ نے ایسے غلول کی نسبت بھی اپنے حبیب ﷺ کی طرف گوارا نہیں فرمائی، جب حضور ﷺ کے لیے غنیمت میں سے کوئی چیز اپنے لیے مختص کرنا نامناسب ہے تو کسی اور کو اختیار یا استثنا کیونکر ہوسکتا ہے؟!

امام ابوبکر جصاص رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

**''وقد عظم النبی ﷺ أمر الغلول حتی أجراہ مجری الکبائر، وروی قتادۃ عن سالم بن أبی الجعد ... من فارق روحُہ جسدَہٗ وھو برئ من ثلاث دخل الجنۃ: الکبر والغلول والدین۔''** (أحکام القرآن، ج:۲،ص:۶۳، ط:قدیمی)

یعنی حضور ﷺ نے غلول کے معاملہ کو انتہائی سنگین قرار دیا ہے اور جنت میں داخلے کے لیے تکبر، قرض اور غلول سے براءت کو شرط قرار دیا ہے۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ آیت کے تحت لکھا ہے کہ ''غالّ'' (غلول کرنے والا) قیامت کے دن غلول کردہ چیز کو اپنی گردن پر اٹھا کر اپنی خیانت کا اظہار کرتے ہوئے اور اپنے آپ کو کوستے ہوئے سب لوگوں کے سامنے اٹھائے ہوئے لائے گا۔

نیز آپ نے اس آیت سے ثابت شدہ احکام میں ذکر فرمایا ہے:

**''قال العلماء: والغلول کبیرۃ من الکبائر بدلیل ھذہٖ الأیۃ، فإذا غلّ الرجل فی المغنم ووجد أخذ منہ وأدب وعوقب بالتعزیر، أجمع العلماء علی أن للغال أن یرد جمیع ما غلّ إلٰی صاحب المقاسم قبل أن یفترق الناس إن وجد السبیل إلٰی ذٰلک، وأنہٗ إن فعل ذٰلک فھی توبۃ لہٗ واختلفوا فیما یفعل بہٖ إذا افترق أھل**

العسكر ولم يصل إليه، فقال جماعة من أهل العلم: يدفع إلى الإمام خمسه، ويتصدق بالباقي. هٰذا مذهب الزهري ومالك والأوزاعي والليث والثوري، روي عن عبادة بن الصامت ومعاوية والحسن البصري، وهو يشبه مذهب ابن مسعودؓ وابن عباسؓ۔‘‘ (تفسیر قرطبی، ج:۴،ص:۱۶۷، ط:بیروت)

اس عبارت میں مندرجہ ذیل امور بیان ہوئے ہیں:

① - کہ غلول کبائر میں سے کبیرہ گناہ ہے۔

② - جو شخص غلول کا مرتکب قرار پائے اور وہ مالِ مغلول (چوری کردہ، غبن کردہ مال) اس کے پاس پایا بھی جائے تو اس سے واپس لینا لازم اور ایسے شخص کے خلاف تادیبی کارروائی کی جائے گی اور اس کو حاکم وقت مناسب سزا بھی دے گا۔

③ - علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ اجتماعی ملک اور قومی خزانے میں غلول وغبن کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ قومی مال، قومی خزانے کو واپس کرے، ایسا کرنے پر اس کے لیے عنداللہ معافی وتوبہ کی گنجائش رہے گی۔ (مستفاد من المسئلة السابعة، قرطبی، ج:۴،ص:۱۶۵ تا ۱۶۷)

مذکورہ آیت کے تحت حضرت علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل فرمایا ہے:

’’ردّوا الخياط والمخيط؛ فإن الغلول عار ونار وشنار على أهله يوم القيامة۔‘‘ (ج:۱،ص:۲۲۳)

’’(مالِ غنیمت، اجتماعی ملکیت سے لیا ہوا) دھاگہ ہو یا سوئی واپس کرو، بلاشبہ غلول قیامت کے دن شرمندگی، آگ اور بدترین عیب ہے۔‘‘

## غلول کا حکم احادیث مبارکہ کی روشنی میں

۱:.....’’عن معاذؓ، قال: بعثني رسول الله ﷺ إلى اليمن، فلما سرت أرسل في أثري فرددت فقال: أتدري لم بعثت إليك؟ لاتصيبن شيئًا بغير إذني؛ فإنه غلول، ومن يغلل يأت بما غل يوم القيامة، لهٰذا دعوتك فامض في عملك۔‘‘ (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ:۳۲۶)

’’حضرت معاذ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے مجھے (عامل) بنا کر یمن بھیجا، (جب میں روانہ ہوا) تو آپ ﷺ نے میرے پیچھے بھیجا، میں لوٹ کر آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم جانتے ہو، میں نے تمہیں بلانے کے لیے کیوں بھیجا تھا؟ تم میری اجازت کے بغیر کچھ نہ لینا، یہ خیانت ہے۔‘‘ (مظاہر حق)

۲:.....’’عن بريدة رضي الله تعالٰى عنه عن النبي ﷺ قال: من استعملناه على عمل فرزقناه رزقًا، فما أخذ بعد ذلك فهو غلول۔‘‘ (مشکوٰۃ:۳۲۶)

’’حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ، نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’جس شخص کو ہم نے کسی کام پر مامور کیا اور اس کو رزق دیا (اس کام کی اجرت مقرر کردی)، اس کے بعد اگر وہ (اپنی تنخواہ سے زائد) کچھ وصول کرے گا تو یہ مالِ غنیمت میں خیانت ہے۔‘‘ (مظاہر حق)

۳:.....''من عمل منکم لنا علٰی عمل فکتمناہ منہ مخیطًا فمافوقہٗ فھو غالّ یأتی بہٖ یوم القیامۃ۔'' (مشکوۃ:۲۳۶)

''تم میں سے جو شخص کسی ذمہ داری پر مامور ہو اور اس میں سے ایک سوئی یا اس سے بھی کم مقدار کی کوئی چیز چھپالے تو قیامت کے روز ''غلول'' کرنے والے کی صورت میں ہی پیش ہوگا۔''

مذکورہ نصوص کی روشنی میں معلوم ہوا کہ:

①-شرعی وقانونی اجازت کے بغیر اجتماعی مال سے کوئی چیز ہتھیانا جرم ہے، جو کہ غلول وحرام ہے۔

②-سرکاری ملازمین، حق الخدمت کے علاوہ جو خرد برد کریں یا ناحق وصولی کریں، وہ بھی غلول ہے۔

③- ناحق ایک سلائی، دھاگہ بھی ہتھیانے والا غال ہے، غلول کا مرتکب ہے۔

۴......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں ''کرکرہ'' نامی ایک شخص کا انتقال ہوا تو حضور ﷺ نے اس کے بارے میں دوزخی ہونے کا اظہار فرمایا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جا کر دیکھا تو اس شخص پر غلول کردہ (ناجائز طریقے سے لی ہوئی) ایک چادر یا جبہ پایا۔

(سنن ابن ماجہ، باب الغلول، ص:۲۰۴، قدیمی)

۵:.....حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ خیبر میں قبیلہ اشجع کے ایک شخص کا انتقال ہوگیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''صلّوا علٰی صاحبکم ''۔(تم لوگ اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھ لو)۔لوگوں کو یہ بات عجیب لگی اور ان کے چہروں پر حیرت چھاگئی، آپ ﷺ نے ان کی کیفیت بھانپتے ہوئے فرمایا:''إن صاحبکم غلّ فی سبیل اللّٰہ ''۔(تمہارے اس ساتھی نے راہِ خدا میں غلول کا ارتکاب کیا ہے) چنانچہ ان کے سامان کو کھنگالا گیا تو محض دو درہموں کی مالیت کے بقدر یہود کے لڑی میں پرونے والے نگینے ملے۔ (سنن ابن ماجہ، باب الغلول، ص:۲۰۴)

۶:..... حضرت خولہ انصاریہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے منقول ہے:

''إن رجالا یتخوضون فی مال اللّٰہ بغیر حق فلھم النار یوم القیامۃ۔''(مشکوۃ:۳۲۵)

''بہت سے لوگ خدا کے مال (زکوۃ، غنیمت اور بیت المال) میں ناحق تصرف کرتے ہیں، ان کے لیے قیامت میں آگ ہے۔''

شارحین نے اس روایت میں دو باتیں ثابت فرمائی ہیں:

الف: مجاز اتھارٹی کی اجازت کے بغیر بیت المال وغیرہ میں تصرف کرنا۔

ب: اپنی محنت اور حق الخدمت سے زیادہ ہتھیانا۔(مظاہر حق، ج:۳، ص:۶۷۲)

۷:.....غیر قانونی طریقے سے سرکاری خزانے میں خرد برد کرنا غلول ہے اور اس کی سزا جہنم ہے، حضور ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجتے ہوئے اہتمام کے ساتھ ارشاد فرمایا تھا:

’’لا تصیبین شیأ بغیر إذنی فإنهٗ غلول؛ ومن یغلل یأت بما غل یوم القیامة۔‘‘ (مشکوۃ:۳۲۶)

’’(تم اپنی مدتِ ملازمت کے دوران) میری اجازت کے بغیر کچھ نہ لینا، کیونکہ یہ خیانت ہے اور جوشخص خیانت کرے گا وہ قیامت کے دن وہ چیز لے کر آئے جس میں اس نے خیانت کی ہے۔‘‘ (مظاہر حق، ج:۳،ص:۶۷۳)

۸:.....’’عن خولة بنت قیس قالت: سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول: إن ھذہ المال خضرۃ حلوۃ، فمن أصابهٗ بحق بورک لهٗ فیه، ورب متخوض فیما شاء ت به نفسه من مال اللّٰہ ورسوله، لیس لهٗ یوم القیامة إلا النار۔‘‘ (رواہ الترمذی، بحوالہ مشکوۃ:۳۵۱)

’’حضرت خولہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے حضور ﷺ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ یہ مال سبز وشیریں چیز ہے، جس نے اسے جائز وحق طریقے سے حاصل کیا اس کے لیے بابرکت ہے اور جس نے اللہ اوراس کے رسول کے مال (بیت المال، غنائم) میں ناحق تصرف کیا، اس کے لیے جہنم کی آگ کے سوااور کچھ نہیں۔‘‘

۹:.....حضرت رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سرکاری مال اور قومی ملکیت سے عارضی استعمال کے لیے حاصل کردہ چیزوں کو صحیح وسالم حالت میں واپس کرنا ضروری ہے، ناقابل استعمال یا ناکارہ کرکے واپس کرنا جرم ہے، نیز بلاضرورت سرکاری املاک کا استعمال بھی جرم ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

’’عن رویفع بن ثابتؓ أن النبی ﷺ قال: من کان یؤمن باللّٰہ والیوم الأخر فلایرکب دابة من فیئ المسلمین، حتٰی إذا أعجفها ردھا فیه، ومن کان یؤمن باللّٰہ والیوم الأخر فلا یلبس ثوبًا من فیئ المسلمین حتٰی إذاأخلقهٗ ردهٗ فیه۔‘‘ (مشکوۃ:۳۵۱)

’’جوشخص اللہ اورآخرت پرایمان رکھے اس کے لیے قطعاً روانہیں ہے کہ وہ مسلمانوں کے (مشترک) مالِ غنیمت کے کسی جانور پر (بلاضرورتِ شرعی) سوار ہو اور پھر جب وہ جانور (سواری) دُبلا ہو جائے تو اس کو مالِ غنیمت میں واپس کردے۔‘‘ (مظاہر حق، ج:۳،ص:۸۱۴)

۱۰:.....حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ذمے بوقتِ وفات، بیت المال کے سات ہزار دراہم قرض تھے تو انہوں نے وصیت فرمائی کہ ان کی جانب سے یہ قرض بیت المال کو ادا کیا جائے۔
(کتاب الآثار بروایت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ، باب الغزو والجیش، رقم الحدیث:۹۱۳، مطبعۃ الاستقامۃ)

۱۱:.....حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کبھی ضرورت پیش آتی تو بیت المال کے خزانچی کے پاس جاکر قرض لیتے، پھر بسا اوقات تنگی ہوتی اورخزانچی قرض کی ادائیگی کا مطالبہ کرتا تو آپ عذر فرماتے اور جونہی رقم ہاتھ آتی تو ادا فرمادیتے تھے۔ (طبقات ابن سعد، باب استخلاف عمرؓ، ج:۳،ص:۲۷۶، دار صادر بیروت)

۱۱:.....حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے:

’’إنی أنزلت نفسی من مال اللّٰہ بمنزلة مال الیتیم، إن استغنیت عففت، وإن

**افتقرت أکلت بالمعروف، قال وکیع فی حدیثه: فإذا أیسرت قضیت''**۔ (ایضا)

''بیت المال کے ساتھ میں یتیم کے مال کا سا معاملہ رکھتا ہوں، ضرورت نہ ہو تو اپنے آپ کو بچائے رکھتا ہوں، اور مجبوری پیش آ ہی جائے تو حسب ضابطہ لے کر کام میں لاتا ہوں اور جونہی ہاتھ کھلا ہو تو ادا کر دیتا ہوں۔''

مندرجہ بالا تصریحات سے یہ حکم معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص ناجائز طریقے سے سرکاری مال، قومی خزانے اور اجتماعی ملکیت میں خرد برد کرے، ناحق تصرف کرے، اپنے حق سے زیادہ ہتھیانے کی کوشش کرے، یا قانونی طریقے سے کام لے کر ناکارہ بنادے اور اس کے استعمال وافادیت میں خلل پیدا کرے تو وہ غلول جیسے گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے، اس کے لیے دنیا وآخرت دونوں میں عار، شنار اور نار ہے۔

## سرکاری خزانہ ہتھیانے کے بعد واپس نہ کرنے والے کا حکم

اب اگر کوئی سرکاری خزانے سے قانونی طریقے پر جو چیز حاصل کرے اور واپس نہ کر سکے یا واپسی میں کوتاہی کرے تو اس کا حکم کیا ہوگا؟ حضور ﷺ کے ارشادات وفرامین میں اس کی تفصیل متعدد زاویوں سے ملتی ہے:

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ وصولی کے بعد لوگ ادائیگی سے عاجز کیوں آتے ہیں؟ حضور ﷺ کے ارشاد کی روشنی میں اس کی بنیادی وجہ ایک روحانی بیماری اور اخلاقی کمزوری ہے اور وہ ہے دل کا کھوٹ اور نیت کی خرابی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

**''من أخذ أموالَ الناس یرید أداءَ ها أدی اللّٰه عنه، ومن أخذ یرید إتلافها أتلفهُ اللّٰهُ علیه۔''** (مشکوۃ: ۲۵۲)

''جو شخص لوگوں کا مال لے اور اس کے ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو (یعنی کسی ضرورت واحتیاج کی بنا پر قرض لے اور قرض کو ادا کرنے کا ارادہ بھی رکھتا ہو) تو اللہ تعالیٰ اس سے وہ مال ادا کرا دیتا ہے اور جو شخص لوگوں کا مال لے اور ضائع کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے مال کو ضائع کر دیتا ہے۔'' (مظاہر حق، ج: ۳، ص: ۱۲۹، ط: دارالاشاعت)

یعنی جو لوگ واقعی ضرورت مند ہوں اور اس بنیاد پر ''أموال الناس'' (قرض وغیرہ) لیتے ہوں اور واپسی کا ارادہ بھی ہو تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو واپسی کی توفیق بھی دے دیتے ہیں اور ان کے لیے ''أموال الناس'' واپس کرنے کی سبیل بن جاتی ہے اور جن کے دل میں کھوٹ اور چور ہو اور وہ واپس کرنے کے بجائے ضائع کرنے کی نیت پر کاربند ہوں تو انہیں حاصل کردہ اموال کے واپس کرنے کی توفیق بھی نہیں ملتی اور اللہ تعالیٰ ان کا دیوالیہ بھی کر دیتے ہیں، اگر کسی کا دیوالیہ نہ ہوا ہو، بلکہ صاحب استطاعت، مالدار اور غنی ہو، اس کے باوجود قرض واپس کرنے میں ٹال مٹول سے کام لیتا ہو، اپنے ذمہ واجب الاداحق ادا نہ کرتا ہو تو ایسا شخص ظالم ومجرم ہے، ارشاد ربانی ہے:

''وَلَا تَأْكُلُوْا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ۔'' (البقرۃ:۱۸۸)

اس کا ہر طرح سے پیچھا کیا جائے اور قرض وحق کی وصولیابی کے لیے اس کا ہر طرح تعاقب کیا جائے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

''مطل الغنی ظلم، وإذا اتبع أحدکم علی ملئ فلیتبع۔'' (مشکوۃ:۲۵۱)

''صاحب استطاعت کا (ادائیگی قرض میں) تأخیر کرنا ظلم ہے اور جب تم میں سے کسی کو صاحب استطاعت کے حوالے کیا تو اس سے حوالہ کو قبول کرلینا چاہیے۔'' (مظاہر حق)

تشریح میں فرماتے ہیں:

''جو شخص کوئی چیز خریدے اور اس کی قیمت ادا کرنے کی استطاعت رکھنے کے باوجود قیمت ادا نہ کرے، یا کسی کا قرضدار ہو اور ادائیگیِ قرض پر قادر ہونے کے باوجود (قرض) ادا کرنے میں تاخیر کرے تو یہ ظلم ہے۔'' (مظاہر حق، ج:۳،ص:۱۲۶)

اسی طرح حضرت شرید رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے نقل فرماتے ہیں:

''لیّ الواجد یحلّ عرضہٗ وعقوبتہٗ۔'' (مشکوۃ:۲۵۳)

''استطاعت رکھنے والے شخص کا (ادائیگی قرض) میں تاخیر کرنا اس کی بے آبروئی اور سزا دینے کو حلال کرتا ہے۔'' (مظاہر حق، ج:۳،ص:۱۳۲)

احکام القرآن للجصاص میں ہے:

''(وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُؤُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَاتَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ) یعنی (لَاتَظْلِمُوْنَ) بأخذ الزیادۃ (وَلَاتُظْلَمُوْنَ) بالنقصان من رأس المال، فدلّ ذٰلک علٰی أنہٗ متی امتنع من أداء جمیع رأس المال إلیہ کان ظالمًا لہٗ مستحقا بالعقوبۃ، واتفق الجمیع علٰی أنہٗ لایستحق العقوبۃ بالضرب، فوجب أن یکون حبسًا لاتفاق الجمیع علی أن ماعداہ من العقوبات ساقط عنہ فی أحکام الدنیا، وقد روی عن النبی ﷺ مثل ما دلت علیہ الأیۃ، وھو ما حدثنا محمد بن بکر... عن رسول اللّٰہ ﷺ قال:''لیّ الواجد یحلّ عرضہٗ وعقوبتہٗ۔'' قال ابن المبارکؒ:''یحل عرضہٗ یغلظ لہٗ وعقوبتہٗ یحبس...'' وروی عن ابن عمرؓ وجابرؓ وأبی ہریرۃؓ عن النبی ﷺ أنہٗ قال:''مطل الغنی ظلم، وإذا أحیل أحدکم علی ملیء فلیحتل ''۔فجعل مطل الغنی ظلمًا والظالم لا محالۃ مستحق العقوبۃ، وھی الحبس لاتفاقھم علی أنہٗ لم یرر غیرہٗ....واختلف الفقھاء فی الحال التی توجب الحبس، فقال أصحابنا : إذا ثبت علیہ شئ من الدیون من أی وجہ ثبت فإنہٗ یحبس شھرین أو ثلاثۃ، ثم یسأل عنہ فإن کان موسرا ترکہٗ فی الحبس أبدا حتی یقضیہ، وإن کان معسرا خلّٰی سبیلہٗ، وقال ابن أبی لیلٰی :''یحبسہٗ فی الدیون إذا أخبر إن عندہٗ مالا۔'' (احکام القرآن للجصاص، ج:۱،ص:۶۴۹، ط: قدیمی)

## حاصلِ عبارت

۱: قرض دار سے اپنے سرمایہ سے زیادہ وصول کرنا ظلم ہے۔
۲: قرض خواہ کو پورا قرضہ ادا نہ کرنا بھی ظلم ہے۔
۳: آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرض خواہ کو پورا سرمایہ ادا نہ کرنے والا سزا کا مستحق ہے۔
۴: فقہاء کا اتفاق ہے کہ بطورِ سزا ضعف قید کیا جاسکتا ہے، مار پٹائی نہیں کی جاسکتی، اس لیے کہ دنیا میں اس سے باقی سزائیں ساقط ہیں۔
۵: مالدار کا ٹال مٹول کرنا اس کی عزت کو پامال کرنے اور سزا دینے کو حلال کردیتا ہے، حضرت عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق اس کے ساتھ سختی کرنا اور اسے قید کرنا جائز ہے۔
۶: فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ قرض دار کو کب قید کیا جاسکتا ہے؟ ہمارے اصحاب کا کہنا یہ ہے کہ جس پر تھوڑا قرض بھی ہو اور وہ اسے ادا نہ کرے تو اسے دو مہینہ قید کیا جائے گا۔

تفسیر القرآن للقرطبیؒ (ج:۳-۴، ص:۱۷۱، ط: الہیئۃ المصریۃ، بیروت) میں ہے:

**’’(وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُؤُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَاتَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ، وَإِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلٰى مَيْسَرَةٍ)‘‘وَإِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ‘‘مع قوله’’وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُؤُوسُ أَمْوَالِكُمْ ‘‘ يدل علٰى ثبوت المطالبة لصاحب الدين على المدين، وجواز أخذ مالہٖ بغير رضاه، ويدل علٰى أن الغريم متى امتنع من أداء الدين مع الإمكان كان ظالمًا؛ فإن اللّٰه تعالٰى يقول: ’’فَلَكُمْ رُؤُوسُ أَمْوَالِكُمْ ‘‘ فجعل لهٗ المطالبة برأس مالہٖ ، فإذا كان لهٗ حق المطالبة فعلٰى من عليه الدين لا محالة وجوب قضائہٖ ‘‘۔**

دونوں آیتوں سے معلوم ہوا:
۱: قرض خواہ قرض دار سے اپنے قرض کا کسی بھی وقت کسی بھی طرح مطالبہ کرسکتا ہے۔
۲: اس کی رضامندی کے بغیر بھی اس کا مال لے سکتا ہے۔
۳: قرض خواہ کو مطالبے کا حق ہے اور قرض دار پر ادائیگی واجب ہے۔

فقہاء نے بیت المال کے لیے قرض لینے یا بیت المال سے قرض جاری کرنے کا جواز چند شرائط سے مشروط بتایا ہے، مثلاً:
۱: مصلحت عامہ ملحوظ ہو۔
۲: ہر قسم کی توثیق اور اعتماد کا لحاظ ہو۔
۳: قرض وصولی پر بھرپور قدرت بھی ہو۔
۴: مجاز اتھارٹی کی اجازت یعنی قرض وصولی کے قانونی تقاضے پورے کیے جائیں۔
۵: صرف ایسے لوگوں کو قرض جاری کیا جائے جو صاحب استطاعت اور امانت دار ہوں۔

۶: ذاتی کاروبار کے فروغ کے لیے سرمایہ کاری کو قرضہ کی بنیاد بنانے والا نہ ہو۔

چنانچہ موسوعہ فقہیہ میں ہے:

’’الاستدانة من بیت المال و لبیت المال ونحوه کالوقف: الأصل فی ذالک أن الاستدانة لبیت المال ومنه جائز شرعًا، أما الاستدانة منه فلما ورد أن أبابکرؓ استقرض من بیت المال سبعة آلاف درهم، فمات وهی علیه، فأوصٰی أن تقضی عنه، وقال عمرؓ: ’’إنی أنزلت نفسی من مال اللّٰه منی بمنزلة مال الیتیم، إن احتجت إلیه أخذت منه، فإذا أیسرت قضیت‘‘۔ أما الاستدانة علٰی بیت المال فلما روٰی أبورافع أن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم استسلف من رجل بکرا، فقدمت علی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم إبل الصدقة، فأمر أبا رافع أن یقضی الرجل بکرهٗ، الحدیث. فهذہٖ استدانة علی بیت المال؛ لأن الرد کان من مال الصدقة، وکل هذا یراعی فیه المصلحة العامة، والحیطة الشدیدة فی توثیق الدین، والقدرة علٰی استیفائه. ویشترط لذالک علی ماصرح به الحنفیة فی الوقف - وبیت المال مثله -أن یکون بإذن من له الولایة، وأن یکون الإقراض لملیء موتمن، وألایوجد من یقبل المال مضاربة، وألایوجد مستغلا تشتری بذالک المال‘‘۔

(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ، مادۃ: الاستدانۃ، ج:۳،ص:۲۶۷، ۲۶۸، وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیۃ الکویت)

اسی طرح تمام فقہاء کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ سرکاری ملک کو کسی بھی طور پر نقصان پہنچانا اور اُسے تلف کرنا یا ضائع کرنا قابلِ مواخذہ جرم ہے، ایسے مجرم سے قومی خزانے کے نقصان کی لازماً تلافی کرائی جائے گی، جیسا کہ موسوعہ کی مندرجہ ذیل عبارت سے واضح ہے:

’’لاخلاف بین الفقهاء فی أن من أتلف شیئًا من أموال بیت المال بغیر حق کان ضامنًا لما أتلفهٗ، وإن من أخذ منه شیئًا بغیر حق لزمهٗ ردهٗ، أو رد مثلهٗ إن کان مثلیًّا، وقیمتهٗ إن کان قیمیًّا، وإنما الخلاف بینهم فی قطع ید السارق من بیت المال۔‘‘ (أیضا، مادہ: بیت المال، ج:۸،ص:۲۶۲)

## قومی خزانے کے مجرم کی پشت پناہی کا حکم

الغرض لوگوں کے انفرادی یا اجتماعی اموال، قرض یا کسی بھی نام سے ہتھیانے کے بعد استطاعت کے باوجود واپس نہ کرنا، اس کا ضیاع واتلاف ہے اور یہ عمل خیانت، غلول، مطل (ٹال مٹول) اور ظلم وناانصافی کہلاتا ہے اور شرعاً قابلِ مواخذہ جرم ہے، ایسے شخص کے خلاف ہر قسم کی شرعی، اخلاقی اور قانونی کارروائی نہ صرف جائز، بلکہ ضروری وواجب بھی ہے، ایسا شخص کسی قسم کی رعایت کا مستحق نہیں ہے اور اگر کوئی فرد، ادارہ یا ریاست ایسے مجرم کی پشت پناہی یا رعایت کی روادار ہو تو وہ بھی شرعاً شریک جرم شمار ہوگی، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

’’من یکتم غالا فإنهٗ مثلهٗ۔‘‘ (مشکوٰۃ: ۳۵۱)

''جس شخص نے مالِ غنیمت میں خیانت کرنے والے کی خیانت کو چھپایا تو وہ بھی خیانت کرنے والے کی طرح ہے۔''

اگر کوئی شخص سرکاری خزانے میں خیانت، غلول، غبن یا چوری کا مرتکب قرار پائے اور حاکم وقت اُسے رعایت اور معافی دینا چاہے تو اس کا یہ عمل بجائے خود خیانت شمار ہوگا اور حاکم کا یہ فعل ناجائز وجرم شمار ہوگا۔ حاکم وقت' سرکاری خزانے کو نقصان پہنچانے والے کی معافی کا قطعاً مجاز نہیں ہے۔ حضور ﷺ کے زمانے میں ایک شخص غلول کا مرتکب قرار پایا، پھر وہ بار بار آپ ﷺ کی خدمت میں معافی تلافی کے لیے حاضر ہوتا رہا، مگر آپ ﷺ نے اس کے اعتذار کو ناقابل سماعت قرار دیا:

''**لا أملک شیئًا، قد أبلغتک۔**'' (مشکوۃ: ۲۴۹)

''میں کسی چیز کا مالک نہیں ہو، اپنی بات پہنچا چکا۔''

ایک اور روایت میں فرمایا:

''**لیس لہٗ یوم القیامۃ إلا النار۔**'' (مشکوۃ: ۲۵۱)

''اس کے لیے قیامت کے روز صرف جہنم کی آگ ہے۔''

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ جس طرح اجتماعی اموال غنائم اور بیت المال کی تقسیم میں وحی کے پابند تھے، اسی طرح بیت المال میں غلول کے مرتکب کی معافی وتلافی اور عذرخواہی میں بھی وحی کے پابند تھے اور غلول وخیانت کے مرتکب کے لیے معافی کے مجاز نہ تھے، ورنہ رحمۃ للعالمین ﷺ کی رحمت وشفقت کا تقاضا تو یہی تھا کہ وہ معذور کی عذرخواہی کو رد نہ فرماتے۔

اس سے بخوبی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ایسے اموال جو''اجتماعی ملکیت'' قرار پائے ہوں، ان اموال میں خیانت کرنے والے کو رحمۃ للعالمین، شفیع الامم، بالمؤمنین رؤف رحیم ﷺ اگر معاف نہیں فرماسکتے تو کسی مسلمان حاکم کو یہ اختیار کیسے حاصل ہوسکتا ہے کہ وہ ایسے مجرموں کو معاف کرے یا کسی کو بھی رعایت دے؟ کیونکہ یہ معافی ورعایت کا معاملہ ذاتی مال میں تو ہوسکتا ہے، مگر قومی ملکیت جس کے آپ صرف نگران وامین ہیں مالک نہیں ہیں، شرعی اعتبار سے اس میں یہ اختیار قطعاً نہیں ہوسکتا۔

## نتائجِ بحث

①:..... بیت المال، غنائم، اموال الناس، قومی خزانہ اور دوسری سرکاری املاک پوری قوم کی مشترکہ ملک ہے، حاکم وقت' اس ملکیت کا نگران، امین، محافظ اور متولی ہوتا ہے۔

②:..... حاکم وقت' قومی خزانے میں صرف جائز تصرفات کا مجاز ہوتا ہے، ناجائز تصرفات پر خدا، خلق خدا اور شریعت وقانون کا مجرم شمار ہوتا ہے۔

③:..... ضرورت کے وقت جائز مصارف میں خرچ کرنا جائز، بلکہ حاکم کی ذمہ داری

ہے، مگر صوابدیدی عطایا، نوازشات کا اُسے اختیار نہیں۔

④:...... بوقتِ ضرورت، واقعی ضرورت مند افراد کو سرکاری خزانے سے قرض جاری کرسکتا ہے، مگر واپسی کی ذمہ داری اور ضمانت بادشاہِ وقت پر ہی عائد ہوتی ہے، اگر واپسی میں کوئی غفلت برتی تو خود بھی خیانت کا مرتکب ہوگا۔

⑤:......ایسے بااثر لوگ جو سرکاری خزانے یا عام لین دین میں بری شہرت رکھتے ہوں، انہیں سرکاری خزانے سے قرض دینا بھی خیانت شمار ہوگا، کیونکہ عموماً ایسے لوگوں سے خیانت کا ظن غالب رہتا ہے اور ظن غالب وقوع پذیر امر کے حکم میں ہوتا ہے۔

⑥:......قرض لے کر واپس نہ کرنے والوں کو قرض دینا ناجائز ہے، ایسے لوگ کسی قسم کی عزت، رعایت اور نرم خوئی کے مستحق نہیں رہتے، یہ رعایتیں جب ان کا حق نہیں تو غیر حق دار کو نوازنا ایسا ہی ظلم و جرم ہے جیسے حق دار کو اس کے حق سے محروم کرنا ظلم و جرم ہے۔

⑦:......جو شخص قومی ملکیت یا خزانے میں خیانت، غلول اور غبن کا مرتکب قرار پائے وہ معافی کا مستحق ہے، نہ حکومتِ وقت اُسے کسی قسم کی معافی دینے کی مجاز ہے۔

⑧:......جو لوگ قومی خزانے میں ناجائز تصرف، غیر قانونی استفادہ یا قرض لے کر ٹال مٹول کے مرتکب قرار پائیں وہ ظالم ہیں، ان کی حمایت، پشت پناہی اور رعایتی سلوک بھی جرم و ظلم ہی میں شمار ہوتا ہے۔

⑨:......قومی ملکیت اور خزانے سے کسی شکل میں ناجائز استفادہ ایسے کبائر گناہوں میں شمار ہوتا ہے، جن کے بارے میں ''لیس لهم إلا النار'' (ان کے لیے جہنم کی آگ کی سزا ہی ہوسکتی ہے) جیسی شدید وعید سنائی گئی ہے۔

⑩:......جو لوگ حکومت سے قرض لیتے ہیں، پھر معاف کرالیتے ہیں اور بعض گروی رکھا ہوا سامان بھی اپنے اثر و رسوخ کی بنا پر اُٹھا کے لے جاتے ہیں اور سرکار کے پاس قرض دی ہوئی رقم کی تلافی کے لیے کوئی شکل نہیں بچتی، ایسے لوگ تہرے جرم کے مرتکب شمار ہوں گے:

الف:......سرکاری خزانہ، قومی ملکیت اور اموالِ ناس جنہیں اللہ کا مال بھی قرار دیا گیا ہے، اس میں خیانت، غلول اور غبن کی تمام دفعات لاگو ہوں گی۔

ب:......قرض لیتے ہوئے نیت میں فتور اور دل میں کھوٹ ہو اور رہن (گروی) رکھنا محض رسمی فریب ہو تو یہ سب دھوکہ دہی کے زمرے میں آتا ہے، ایسے لوگ دھوکہ بازی کے مجرم بھی شمار ہوں گے، دھوکہ دینا ایمان کی علامتوں کی نفی کرتا ہے، ایسا شخص مسلمانوں کی فہرست میں شمار ہونے کا حقدار نہیں رہتا۔

ج:......ہمارے ہاں عام لوگوں کو بھاری بھاری رقمیں قرض کے طور پر نہیں دی جاتیں، بلکہ یہ راستہ صرف ان لوگوں کے لیے کھلا رکھا گیا ہے، جو اپنے پس منظر میں گہرا اثر و رسوخ، بڑی بڑی

جاگیریں، وسیع کاروبار اور وافر سرمایہ رکھنے والے ہوتے ہیں، ایسے لوگ شرعی اعتبار سے غنی مالدار شمار ہوتے ہیں، اگر وہ اپنے سرمایہ سے زیادہ قرض لے لیں تو ان کا قرض چونکہ شرعاً اضطراری قرض نہیں بنتا، بلکہ پیداواری قرض ٹھہرتا ہے، اس لیے وہ ہر حال میں غنی (مالدار) ہی شمار ہوں گے اور اوپر تفصیل سے عرض ہو چکا کہ مالدار مقروض اگر قرض کی واپسی میں ٹال مٹول سے کام لے تو وہ ایسا ظالم ہے کہ اس کی ہر نوع کی بے آبروئی، اہانت، سزا و مواخذہ جائز ہے، کیونکہ یہ شخص صاحب استطاعت ہونے کے باوجود ٹال مٹول کا مرتکب ہے، صاحبِ حیثیت مقروض کے لیے قرض کی واپسی نہ کرنے پر جتنی وعیدیں، دنیا و آخرت کی سزائیں' احادیث میں وارد ہوئی ہیں، ہمارے قومی خزانے کے مراعات یافتہ مقروض لوگ، ظالمانہ مطل (ٹال مٹول) کی وجہ سے ان تمام وعیدوں کے مستحق ومصداق قرار پائیں گے اور قومی خزانے کے ساتھ ان کا یہ ظالمانہ برتاؤ انہیں تہرے جرم کا مرتکب ٹھہرائے گا۔

اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو امانت، دیانت، خوفِ خدا اور خوفِ آخرت کے بھلائے ہوئے اسباق یاد کرنے اور یاد رکھنے کی توفیق نصیب فرمائیں، آمین!

**وصلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی آلہٖ وصحبہٖ أجمعین**